جدید اور اسلامی اقتصادی نظام کے روحانی پہلوؤں کا تقابلی مطالعہ

A Comparative Study of Spiritual Aspects of Modern and Islamic Economic Systems

Muhammad Saif Ullah Khalid
MPhil, Islamic Studies,
Riphah International University, Faisalabad Campus
Email: saifullahkhalid9752@gmail.com
Dr Mufti Muhammad Ahmad
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
Riphah International University, Faisalabad Campus
Email: m.ahmad.pk1@gmail.com
Hafiz Masood Elahi
MPhil, Islamic Studies,
Riphah International University, Faisalabad Campus
Email: masoodelahi23@gmail.com

Abstract
Contemporary economics, such as capitalism, communism, and Islamic economic systems, do not only explain how to manage finances, but also affect the entire order of human life, priorities and life goals. In economic methods other than Islam, ethics, spirituality, and human self-improvement are often neglected. Problems like falls arise. While the Islamic economic system seeks to promote moral and spiritual aspects, which not only increase the welfare of the individual but also help in creating a balanced and fair economic system.

Spirituality means following moral principles beyond the material aspects of life. This concept is found in various religions, in which man is encouraged to focus on moral, spiritual and social benefit rather than mere material gain. But the economic rules of these religions did not actually take place in the world. While the economic system of the world has been successfully organized for several hundred years through the economic rules of Islam. Provided protection while in a beleaguered economic system the acquisition of capital is the main purpose of life and any moral or spiritual perspective that prevents the growth of capital is considered futile and futile. This research article clarifies the metaphysical differences between Islamic and contemporary economic theories.

معاصر اقتصادی افکار مثلاً سرمایہ دارانہ نظام، اشتراکیت، اور اسلامی نظام معاش یہ محض مالیات کو منظم کرنے کا ہی طریقہ نہیں بتاتے بلکہ انسان کی پوری ترتیب زندگی ترجیحات اور مقاصد حیات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اسلام کے علاوہ دیگر معاشی طریقہ کار میں اکثر اخلاقیات، روحانیت، اور اصلاح نفس انسانی کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اور سرمائے کو ہی اپنی زندگی کا حدف اصلی بنا لیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں معاشرتی ناہمواری، استحصال، اور اخلاقی زوال جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ جب کہ اسلام کا نظام معاش اخلاقی اور روحانی پہلوؤں کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے، جس سے نہ صرف فرد کی فلاح وبہبود میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ ایک متوازن اور منصفانہ معاشی نظام کو تشکیل دینے میں مدد ملتی ہے۔ دنیا میں رائج الوقت معاشی نظام بھی اپنی خاص اقدار رکھتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام(Capitalism):

یہ ایک ایسا نظام ہے جس میں انسان سرمائے سے مزید نفع کماتا ہے جسے انٹرسٹ(Interest)کا نام دیا جاتا ہے، جس کی بنیادی اقدار میں آزادی، مساوات اور ترقی شامل ہیں، نجی ملکیت، ذاتی منافع کا محرک اور حکومت کی عدم مداخلت جس کی معاشی بنیادیں ہیں۔ قیمتوں کا تعین قانون طلب ورسد کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں Capitalism کی تعریف یہ ہے:

> "Capitalism also called free market economy or free enterpriseseconomy,economic system dominate in the western worldsince thebreaking up offeudalism , in which most of the meansof productionare privatelyowned"[1]
>
> سرمایہ داری کو آزاد منڈی کی معیشت یا آزاد سرمایہ کاری کی معیشت بھی کہاجاتا ہے یہ معاشی نظام مغربی دنیا میں جاگیرداری کے خاتمے سے وجود میں آیا، اس میں زیادہ تر ذرائع پیدائش نجی ملکیت میں ہوتے ہیں، حکومتی عدم مداخلت کے علاوہ انفرادی ملکیت اور معاشی آزادی اس نظام کی بنیادی خصوصیات ہیں۔

اشتراکیت(Socialism)

اشتراکیت سرمایہ دارانہ نظام کے مدمقابل اپنا ایک نظام معیشت لے کر میدان میں آئی۔ جس کی بنیاد ہینرچ کارل مارکس (Henrichkarl Marx) نے 1867ء میں اپنی کتاب "داس کیپٹال"(Das Kapital) لکھ کر رکھی۔[2]
اشتراکیت معاشی نظام سے مراد ایسی تحریک اور ایسے نظریات ہیں کہ جن کے ذریعے تمام انفرادی مادی وسائلِ پیدائش معاشرے کی اجتماعی ملکیت میں ہوتے ہیں، جس میں ہر فرد سے معاشرے کے اجتماعی مفاد کا مطالبہ ہو گا۔

William A. DarityJr اشتراکیت کی تعریف لکھتے ہیں۔

"socialism is a social order in which private property and exploitationare abolished"[3]

اشتراکیت ایک سماجی نظام ہے۔ جس میں نجی املاک اور استحصال کو ختم کیا جاتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں اشتراکیت کی تعریف یہ ہے:

"socialism, social and economic doctrine that calls for public ratherthanprivate ownership or control of property and natural resources"[4]

اشتراکیت، سماجی اور معاشی نظریہہے جو عوام کے بجائے جائیداد، قدرتی وسائل اور نجی ملکیت پر ریاستی کنٹرول کا مطالبہ کرتا ہے۔

اسلامی معاشی نظام:

یہ ایک ایسانظام ہے جو صرف اقتصادی ہی نہیں بلکہ مکمل نظامِ حیات ہے، جو انسانی فطری تقاضوں کے عین مطابق اور فلاحِ انسانی کا ضامن ہے، انسان کے روحانی اور مادی تقاضوں کی تکمیل کرتا ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی راہنمائی کرتاہے اگرچہ اس کا تعلق انفرادی معاملات، عقائد، عبادات، رسومات یا اجتماعی معاملاتِ معاشرت، معیشت اور سیاست سے ہو، ان تمام شعبوں میں اسلام نے راہنما اصول دیئے ہیں، جن میں معیشت بھی شامل ہے، جس کے لیے ایسے اصول و قواعد عطاء کئے ہیں کہ جن کو اپنا کر ہر زمانے میں ایک عادلانہ اور قابلِ عمل نظام تشکیل دے سکتے ہیں۔ سید امین الحقؒ اسلامی معاشی نظام کا مفہوم لکھتے ہیں:

"اسلامی نظام اشتراکی اور سرمایہ دارانہ نظام کے درمیان ایک معتدل راہ ہے، اسلام شخصی اور انفرادی ملکیت کو ثابت اور جائز قرار دیتاہے اور اس بنیاد پر اس میں شرعی احکام کو قائم کرتا ہے"[5]

پروفیسر عبدالحمید ڈار اور ان کے ساتھی اسلامی معاشی نظام کے بارے لکھتے ہیں:

"اسلام کا معاشی نظام اس کے نظریہ حیات کا ایک جز ہے"[6]

روحانیت کا مفہوم:

روحانیت کا لفظ "روح" سے نکلا ہے قرآن مجید میں لفظ "روح" کا استعمال دو معنوں میں ہوا ہے، ایک حضرت جبرائیل علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے جیسے ارشار باری تعالیٰ ہے:

" تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ"[7]

اس میں روح (الامین) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام کے) لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ"[8]

نہیں ہے مسیح عیسیٰ ابن مریم مگر اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ، جو اس نے مریم کی طرف بھیجا اور اس کیطرف سے ایک روح ہے۔

دوسرا لفظ "روح" کا استعمال پھونک ،راحت، سکون کے معنی میں استعمال ہوا ہے جس سے لفظ "روحانیت" نکلا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ"[9]

جب اس کو (صورت انسانیہ میں) درست کرلوں اور اس میں اپنی (بے بہا چیز یعنی) روح پھونکدوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا ۔

یہاں پر روح سے مراد وہ روح ہے جو اللہ رب العزت نے انسان میں اسے مٹی سے بنانے کے بعد پھونکی، جس سے انسان میں حیات پیدا ہوئی معلوم ہوا کہ انسان کو پیدا فرمانے کے لیے اللہ رب العزت نے جس طرح مادی وجود تخلیق کیا ہے اسی طرح اللہ رب العزت نے انسان کو زندہ رکھنے کے لیے اس میں روح پھونک کر ایک باطنی وجود بھی تخلیق کیا ہے۔ فیروز اللغات کے مطابق روحانیت کا معنیٰ:

"روحی قوت یا خاصیت ہے"[10]

پروفیسر محمد عقیل روحانیت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"روحانیت سے مراد اپنی ظاہری اور باطنی اصل شخصیت کو جاننا، اپنے خالق کی معرفت حاصل کرنا اور اس علم کیبنیاد پر شخصیت کا تزکیہ کرنا ہے"[11]

واضح ہوا کہ روحانیت انسان کے اندرونی جذبات ،احساسات کا نام ہے جس کے ذریعے انسان اپنے خالق کی معرفت حاصل کرتا ہے اور اس علم کی بنیاد پر اپنی ظاہری اور باطنی شخصیت کا تزکیہ کرتا ہے۔

معاصر اقتصادی افکار میں روحانی پہلو

سرمایہ دارانہ نظام کی روحانی اقدار:

سرمایہ دارنہ نظام کی بنیاد مغربی فلسفہ وفکر اور علوم پر رکھی گئی ہے۔ کیونکہ اس کی فکری اور نظریاتی بنیادیں یونانی

فلاسفر کے پیدا کردہ نظریہ مادیت میں پیوست ہیں، یہ غیر الہامی بنیادوں پر پروان چڑھنے والا فلسفہ صرف اور صرف مادی نظریات کو تحفظ فراہم کرتا ہے جس میں روحانیت کا تصور جو اسلام پیش کرتا ہے مفقود تھا۔ موجودہ مادی نظام اسی نظریہ کی ایک کڑی ہے۔ جس کی تمام تر توجہات کا مرکز مادہ اور اسکی خواہشات ہیں۔ پروفیسر عبد الحمید ڈار لکھتے ہیں:

"نظام سرمایہ داری مادی فلسفہ حیات سے ماخوذ ہے اس نظریہ کے مطابق حیات وکائنات کی اصل مادہ ہے، مادہ سے ماورا یہاں کچھ بھی نہیں ہے، اس لیے انسان کی جدوجہد کا مرکز ومحور مادی احتیاجات کی تسکین ہی ہونی چاہیے"[12]

مغربی فلسفہ نے اسلامی تصورِ روحانیت کو کچھ بھی اہمیت نہیں دی حالانکہ احتیاجاتِ انسانی مادی بھی ہیں اور روحانی بھی لیکن خواہشات جب حکمران بن جاتی ہیں تو یہ ایک شخصی چیز نہیں رہتی بلکہ وہ ایک عمومی قوت بن جاتی ہے، جو ہر چیز کو استعمال کرتی ہے جس سے انسان میں خود غرضی اور نفس پرستی پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ ہی سرمایہ داری کی اصل روحانیت ہے۔

سرمایہ دارانہ ایتھکس(Ethics):

مغربی معاشروں کو دیکھ کر ہمارے ذہنوں اور معاشروں میں یہ سوال گردش کرتا ہے کہ اہل مغرب ہم سے زیادہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حامل ہیں۔ کیونکہ ان کے معاملات میں دھوکہ دینا، جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا اور ناپ تول میں خیانت کرنا وغیرہ نہیں دیکھا گیا۔ یہ سوال اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ ہم نے اخلاقیات کی بحث میں Ethics اور Morality کا فرق نہیں جانا، ان کو اخلاقیات کی ایک ہی لڑی میں پرو دیا ہے۔ وگرنہ اہل مغرب کی اخلاقیات کا اندازہ تو اولڈ ہاؤس کے قیام سے ہی لگایا جا سکتا ہے جہاں وہ اپنے بوڑھے والدین کو چھوڑ دیتے ہیں۔ جبکہ کہ انسان کے اخلاق کے سب سے زیادہ حقدار انسان کے والدین ہوتے ہیں۔

Ethics اور Morality میں فرق:

Ethics کے ساتھ ملتا جلتا ایک لفظ Morality بھی ہے۔ عام طور پر جن کا ایک ہی مفہوم (اخلاقیات) سمجھا جاتا ہے۔ جس سے اخلاقیات کا مفہوم خلط ملط ہو جاتا ہے۔ جبکہ ان دونوں الفاظ کے مفہوم میں فرق ہے۔
جیسا کہ زاہد صدیق مغل لکھتے ہیں۔

"Ethics کا مطلب کسی بھی کام کو اس کے منطقی لوازمات ومضمرات کے ساتھ ہم آہنگی کے ساتھ سرانجام دینا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس Morality کا مطلب یہ ہے کہ فرد خواہشات میں ترجیحات کا پیمانہ قائم کر سکے، یعنی یہ سوال اُٹھائے کہ قدر (اچھا اور بُرا) کیا ہے؟"[13]

معلوم ہوا کہ Morality کا تعلق افعالِ انسانی کی ترجیحی قدر کے ساتھ ہے کہ "انسان کو کیا چاہنا چاہیے یا کیا نہیں چاہنا چاہیے" اور Ethics کا تعلق افعالِ انسانی کی ادائیگی کے ساتھ ہے جس میں اس کے منطقی لوازمات کا لحاظ رکھا گیا ہو۔لہذا مغربی فکر میں انسانی خواہشات ہی اخلاقیات کی اساس ہیں۔اسی لیے اخلاقی اقدار کا تعین یہاں ناپید ہو گا۔ کیونکہ اخلاقی اقدار کو ماپنے کا آلہ وہ احکام الٰہی کا ترازو ہی ہے جو کہ مغربی فکر میں مفقود ہے۔

چنانچہ سرمایہ دارانہ ایتھکس (Ethics) سے مراد وہ سرمایہ دارانہ اخلاقیات ہوں گی جن کا تعلق انسانی افعال کی ادائیگی کے ساتھ ہے جو کہ احکام الٰہی پر مبنی اخلاقی اقدار سے خالی ہیں۔جن کو دوسرے لفظوں میں مارکیٹ ڈسپلنز بھی کہا جاتا ہے۔ قانون کی بالا دستی جن کے وقوع پذیر ہونے کی وجہ بنتی ہے۔اور یہ ایتھکس (مارکیٹ ڈسپلنز) سرمایہ دارانہ نظام کے قیام و ارتقاء اوراستحکام کے لیے ضروری لوازمات ہیں۔جن پر عمل پیرا ہونا ایک سرمایہ دارانہ فرد پر ضروری ہوتا ہے۔

اسی ڈسپلن اور قانونی بالادستی کا ہی یہ مظہر ہے کہ سرمایہ دارانہ معاشروں میں ایک حد تک یہ اخلاقی اقدار کی شکل یعنی دھوکہ نہ دینا، وعدہ پورا کرنا، سچ بولنا، ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرنا، خیانت نہ کرنا اور اس جیسی بہت سی چیزیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

جیسا کہ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

> "مغربی سرمایہ داری میں اول تو اخلاقی اقدار سرے سے ہی غیر متعلق سمجھی جاتی ہیں۔ لیکن اگر کہیں اخلاقی اقدار اور اصولوں کا تذکرہ ملتا ہے تو صرف اس حد تک جس سے وہ نفع میں مدومعاون اور مادیات کے حصول میں کارآمد معلوم ہوں۔سچ بولنا اس لیے اچھا ہے کہ سچ بولنے سے خریدار کا اعتماد قائم ہو جاتا ہے اور دیانت داری بہترین پالیسی ہے۔یعنی دیانت داری فی نفسہ بطور ایک اخلاقی قدر کے کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ اور نہ ہی دیانت داری فی نفسہ مطلوب ہے۔بلکہ بطور پالیسی کے اختیار کی جائے تو بہت اچھی چیز ہے"[14]

معلوم ہوا کہ یہ تمام ایتھکس اور مارکیٹ ڈسپلنز جس کا مقصد صرف اور صرف ذاتی اغراض اور مقاصد ہیں تاکہ اس کی بنیاد پر سرمایہ دارنہ پیداوای عمل، تشکیل اور استحکام کو مضبوط کیا جا سکے۔گویا سرمایہ دارانہ نظام جن فکری بنیادوں پر قائم ہے ان میں مذہبی اقدار کی کوئی اہمیت نہیں ہے، یہ ہی وجہ ہے کہ خواہشات پرستی، مفادات اور مادہ کی تسکین اسی نظام کی روح ہیں۔

چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام کی روحانی اقدار درج ذیل ہیں:

نفسانی خواہشات کی پیروی:

انسان ابتداء سے ہی لذت اور سکون حاصل کرنے کی جدوجہد میں سر گرداں رہ کر اپنی سوچ کو ایک ہی دائرے میں گھماتا رہا ہے، کہ اس کے دل کو سکون اگر مل سکتا ہے تو وہ بس خواہشات کی تکمیل سے ہی مل سکتا ہے۔ جس کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں اور اپنی ساری محنتیں اسی کام پر لگا کر جب اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے بنا کسی رشتہ کی پروہ کیے سر گرداں مارا مارا پھر تا رہتا ہے، جبکہ سرمایہ دارانہ نظام کا اہم ترین مقصد بھی انسانی خواہشات کی تکمیل ہے۔ ایک سرمایہ دار اپنی تمام تر معاشی سر گرمیاں بنا بڑھاپے اور صحت کی پروہ کیے انہی خواہشات کو پورا کرنے میں لگا دیتا ہے اسی طرح سرمایہ دارانہ عقلیت بھی یہ تقاضا کرتی ہے کہ انسان اپنی ساری صلاحیات اور کائنات کی تمام تر قوتوں کو بروئے کار لا کر انسانی خواہشات کو پورا کرے، اس عمل کے لیے انسان ہر جائز اور نائز طریقہ اختیار کر سکتا۔ جاوید اکبر انصاری لکھتے ہیں:

> "ہر وہ شخص سرمایہ دار ہے جس کی زندگی کا مقصد کائنات پر اپنی خواہشات کو مسلط کرنا ہوتا ہے۔ اور ہر سرمایہ دار کی زندگی کا مقصد اپنی آزادی کو ترقی دینا ہوتا ہے تاکہ کائنات کی تمام قوتوں کو مسخر کر کے اس کی تمام خواہشاتِ نفسانی پوری کی جاسکیں"[15]

جدید معاشی نظام انسان کو خواہشات اور نفس کا بندہ بنانے میں آئے روز پالیسیاں بناتے ہیں جس کے لیے کمپنیوں، بینکوں اور تجارتی مراکز کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں جو معاشرے کے افراد میں نئی نئی خواہشات کو فروغ دیتے ہیں۔ پھر ان خواہشات کی تکمیل کے لیے لائحہ عمل تیار کیا جاتا ہے، جس کی تکمیل کے لئے انسان اپنی ساری زندگی وقف کر دیتا ہے۔[16]

تفریحات (Entertainment):

اس نظام میں تفریحات کا سبب یہ بھی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں آزادی عقیدے کی حیثیت رکھتی ہے، جو ہر طرح کے تعلقات کو زیادہ سے زیادہ سرمائے کے حصول کے لیے پس پشت ڈال دیتا ہے۔ جس سے ایک تنہائی کا احساس انسان میں پیدا ہو جاتا ہے، چنانچہ آزادی انسان میں تنہائی کی زیادتی کا سبب ہے۔ جاوید اکبر انصاری لکھتے ہیں:

> "آزادی کا مطلب ہی تعلقات کی نفی کرنا ہے معلوم ہوا کہ آزادی احساس تنہائی کا دوسرا نام ہے انسان جتنا تنہا ہوا گا اس کی آزادی اتنی ہی بڑھے گی"[17]

لہٰذا سرمایہ دارانہ نظام میں رہتے ہوئے تنہائی کی سی کیفیت کو وہ کبھی دور نہیں کر سکتا، اس اضطرار کی حالت میں انسان سکون اور ذہنی ریفرشمنٹ کے لیے کچھ ایسے کام اپنے لیے متعین کرتا ہے جس سے وہ ذہنی سکون حاصل کر سکے، جو بغیر کسی قید اور حدود کے سرانجام دیتا ہے۔ جیسے: شراب نوشی، کلب خانے، فحش گانے، ڈرامے فلمیں وغیرہ۔ پھر ظاہر ہے ان سب کے لیے اسے سرمائے کی ضرورت ہو گی جتنا سرمایہ اس کے پاس زیادہ ہو گا وہ اپنے ذہنی سکون کے لیے اتنا ہی زیادہ سامان کر سکے گا۔ الغرض سرمایہ دار اپنی ساری زندگی خواہشات کی تکمیل اور سکون کے حصول میں ہی لگا دیتا ہے۔

سرمایہ کی بڑھوتری:

عصر حاضر میں سرمایہ ایک ایسا معبود ہے جس کی نچلے پیمانے سے لے کر عالمی سطح تک پرستش جاری ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام جیسا کہ نام سے ہی اندازہ ہو رہا ہے کہ سرمایہ اس نظام میں کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اس نظام کے وسائل پیداوار میں سرمائے کو بنیادی قدر کا مقام حاصل ہے۔[18] ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری لکھتے ہیں:

"سرمایہ داری اور جمہوریت عصر حاضر کے دو ایسے معبود ہیں جن کی پرستش عالمگیر پیمانے پر کی جا رہی ہے"[19]

سرمایہ دارانہ نظام سرمائے کی بڑھوتری کے لیے جو صورتیں پیش کرتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

سود(Interest):

عاملین پیداوار کی تعداد سرمایہ دارانہ نظام میں چار ہے (زمین، محنت، سرمایہ اور تنظیم) زمین سے کرایہ، محنت کی اجرت، سرمائے سے سود، اور تنظیم سے منافع حاصل کیا جاتا ہے، ان میں سے سرمائے کا معاوضہ سود کہلاتا ہے جو کہ سرمایہ دارانہ نظام میں سرمائے کی بڑھوتری کا سبب بنتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف امریکینا میں سود کا مفہوم ہے:

"Interest, a charge of money."[20]

سود سرمائے پر لیئے گئے معاوضے کا نام ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام میں سود مرکزی حیثیت رکھتا ہے، موجودہ بینکاری، انشورنس کمپنیاں اور بیمہ کمپنیاں ساری کی ساری اسی نظام کی مرہون منت ہیں۔ علامہ مودودیؒ لکھتے ہیں:

"قدیم جاہلیت عرب کے بعد یہ فخر صرف جدید جاہلیت غرب کے بورژوا مفکرین کو حاصل ہوا ہے کہ انہوں اسے کاروبار کی ایک ہی معقول صورت اور پورے نظام مالیات کی ایک ہی صحیح بنیاد بنا کر رکھ دیا ہے"[21]

سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ہی اسی سود اور سودی کاروبار پر رکھی گئی ہے تاکہ بنا محنت کے بھاری مقدار میں سرمائے میں اضافہ ہو سکے، جو کہ سرمایہ دارانہ نظام میں مقصود ہے۔

قمار (Gambling):

قمار عرف عام میں جسے "جوا" کہا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ دواؤ یا چانس کے ذریعے کسی دوسرے کے مال کو حاصل کرنا جس میں ہر دو جانب سے سرمایہ اس لیے لگایا جاتا ہے کہ وہ مزید سرمائے کو کھینچ لائے جس میں ایک کا سرمایہ ضائع اور دوسرے کے سرمائے میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مفتی تقی عثمانی قمار کا مفہوم لکھتے ہیں:

> "اس سے مراد دو یا دو سے زائد افراد آپس میں اس طرح کا کوئی معاملہ کریں جس کے نتیجے میں ہر فریق کسی غیر یقینی واقعے کی بنا پر اپنا مال اس طرح داؤ پر لگائے کہ وہ یا تو بلا معاوضہ دوسرے فریق کے پاس چلا جائے یا دوسرے فریق کا مال پہلے فریق کے پاس بلا معاوضہ آجائے یہ قمار ہے"[22]

قمار کی دو صورتیں ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ پیش آمدہ واقعات میں سے کسی غیر یقینی واقعے کے ہونے یا نہ ہونے پر شرط لگانا، قمار کی دوسری صورت یہ ہے کہ سرمایہ پہلے ہی دے دیا جائے کہ اگر فلاں ٹیم جیت جاتی ہے تو یہ سارا سرمایہ تمہارا، لاٹری اس کی آسان مثال ہے کہ ٹکٹ لینے سے پہلے ہی سرمایہ دے دیا جاتا ہے کچھ نکل آئے تو دیئے ہوئے سرمائے میں اضافہ ہو جائے گا ورنہ دیا ہوا سرمایہ بھی ضائع ہو گا۔[23] دور حاضر میں بنکوں میں مروجہ پرائز بانڈز، لاٹری بھی قمار ہی کی ایک شکل ہیں۔

ارتکازِ دولت

ارتکازِ دولت کا مطلب یہ ہے کہ معاشی نظام کو اس طرح سے ترتیب دینا کہ سرمایہ ایک ہی جگہ جمع ہو تا جائے، سرمایہ دارانہ نظام میں بلا معاوضہ اگر سرمایہ خرچ کیا جائے تو اس سے سرمایہ کم ہو جاتا ہے۔ اور دولت کو ایک جگہ جمع کر کے سود پر دینے سے سرمائے میں اضافہ ہو تا ہے۔ اس نظام میں اگر کوئی سرمایہ نیک کاموں میں لگا بھی دیا جائے تو وہ مقصود کے اعتبار سے شہرت، نمائش، اور ٹیکسز وغیرہ بچانے کی خاطر ہو تا ہے۔[24]

تہذیب و تمدن کے ساتھ ارتکازِ دولت کی یہ فکر ہر دور میں رہی ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک نے قارون کا ذکر کیا ہے کہ اُس نے اس قدر دولت جمع کی کہ اس کے خزانوں کی چابیاں اتنا وزن رکھتی تھیں کہ جنہیں اٹھانے کے لیے مخصوص ملازم رکھے ہوئے تھے۔[25]

علامہ شمس الحق افغانیؒ لکھتے ہیں:

"سرمایہ دارانہ نظام دولت کے خون کو جذب کرنے میں ایک طاقت ور جونک کی طرح ہے کہ جہاں اس کا اثر پہنچا وہاں سے اس نے دولت کا خون چوس لیا"[26]

الغرض ارتکاز دولت سے سرمایہ ایک جگہ جمع ہو تا جاتا ہے اور جس سے امیر اور غریب کے درمیان بہت زیادہ فرق پڑتا ہے۔

مفاد پرستی:

سرمایہ دارانہ نظام کے پاس کوئی ایسا قانون، تصوراور پیمانہ نہیں ہے جس سے خواہشات کا اندازہ لگایا جاسکے یا پرکھا جاسکے چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام ساتھ والے کو اپنی آزادی میں مخل ہونے کے ڈر سے برداشت نہیں کرتا، اسی لیے وہ تعلقات کو معاہدات کا نام دیتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام میں تمام رشتے، اور تعلقات صرف اور صرف افراد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ چاہے والدین ہوں ،اولاد ہو یا کوئی اور رشتہ جن کو وہ اپنے ذاتی مفاد کے تصور کے ساتھ جوڑتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرد کا اس کے ساتھ تعلق کسی نا کسی مفاد کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ دوسرے کے ساتھ تعلق غرض پوری ہونے تک محدود ہوتا ہے۔ منڈیوں میں تجارتی تعلقات ہوں یا تجارتی تنظیموں کے ساتھ تعلق ہو، سکول میں اساتذہ سے کوئی تعلق ہو یا اساتذہ کا شاگرد کے ساتھ تعلق ہو وغیرہ یہ سب کے سب ذاتی اغراض کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں ان میں محبت اور صلہ رحمی کا کوئی عنصر موجود نہیں ہے، یہ ہی مفاد پرستی رفتہ رفتہ قوت اور غلبہ حاصل کر جاتی ہے جو کہ سرمایہ دارانہ نظام کی روحانی قدر ہے۔[27]

سرمایہ دارانہ نظام کا اصول "ذاتی منافع کا محرک" ہے۔ جس میں فرد کو منافع کمانے میں آزاد چھوڑ دیا گیا ہے کہ جتنا مرضی منافع کمانا چاہے کما سکتا ہے، یہ ہی وہ ذاتی منافع کا محرک ہے جس سے ایک مفاد پرست معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔[28]

مفتی تقی عثمانی نے خواہشات کی تسکین، معاشرے میں اخلاقی بگاڑ کا فروغ، فحاشی اور عریانی کا سبب بھی اسی ذاتی منافع کے محرک کی آزادی کو ٹھہرایا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"زیادہ منافع کمانے کا محرک اکثر لوگوں کے سفلی جذبات کو اپیل کر کے ان کی غلط خواہشات کی تسکین کا سامان فراہم کرتا ہے جس سے معاشرے میں اخلاقی بگاڑ پھیلتا ہے چنانچہ مغربی ممالک میں فحاشی اور عریانی کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے"[29]

گویا کہ سرمایہ دارانہ نظام انسان کے سفلی جذبات پر کنٹرول کر کے اپنے بنائے گئے اصولوں کے تحت کام لیتا ہے۔ جس سے انسان میں حلال و حرام اور اجتماعی فلاح و بہبود کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ اور معاشرہ مفاد پرستی اور خود غرضی کا گہوارہ بن کر رہ جاتا ہے۔

مسابقت، حرص و حسد اور لالچ:

سرمایہ دارانہ نظام میں مسابقت بہت لازمی جز ہے اور انسانی فطرت بھی ہے کہ وہ دوسرے سے آگے نکلنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، اور یہ صرف معاشیات میں ہی مقابلہ نہیں بلکہ زندگی کے ہر ہر شعبہ میں مقابلہ انسانی فطرت ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام سرمائے میں بڑھوتری کے لیے معاشرے میں مقابلے کو فروغ دیتا ہے۔ جتنا مقابلہ زیادہ ہو گا تو لوگ وسائل پیداوار کا بہتر استعمال کر کے اتنا ہی زیادہ نفع کمانے کی کوشش کریں گے۔ پروفیسر نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

"مقابلے میں پیداواری ذرائع کا بہتر استعمال ڈھونڈا جاتا ہے"[30]

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

"مقابلے میں آکر کسر و انکسار سے خود ہی قیمتوں کا ایک مناسب معیار قائم ہو جاتا ہے"[31]

حسد کا شمار اخلاقیات کے دائرے میں دیکھا جائے تو ایک بدترین خصلت ہے، جو انسانی زندگی کو مفلوج اور بدمزہ بنا دیتی ہے، حسد کرنے والا ہر وقت دل کے مرض میں مبتلا رہتا ہے اور اندر ہی اندر کڑھتا رہتا ہے، جدید دور میں معاشیات کے شعبہ میں بھی سرمایہ دارانہ نظام اپنے معاشرے کا نام سول سوسائٹی رکھ کر اس میں حرص اور حسد کو اس کے قیام کی بنیاد قرار دیتا ہے اس میں بسنے والا ہر فرد حرص و حسد کا غلام ہوتا ہے چھوٹا تاجر بڑے تاجر سے حسد کرے گا، چھوٹا مزدور کم کمانے والا بڑے مزدور زیادہ کمانے والے پر حسد کریں گے۔[32]

اسی طرح فرد میں روحانیت کی دلچسپی کمزور ہونے کی وجہ سے اس کی طبیعت لالچ کی اماجگاہ بن جاتی ہے، سرمائے کی شہوت میں اس کا طبعی مادی رجحان اور اس کی توجہات مرکوز ہو جاتی ہیں۔ سرمائے کی شہوت میں اضافہ ہی انسان میں جنسی خواہشات بڑھائے گا اور اس کو اس بات پر ابھارے گا کہ وہ زیادہ سے زیادہ سرمایہ کمائے جو کہ سرمایہ داری میں مقصود ہے۔

اسلامی اقتصادی افکار میں روحانی پہلو

اسلام میں انسان کے انفرادی معاملات (عقائد، عبادات، رسومات) ہوں یا اجتماعی معاملات (معاشرت، معیشت، سیاست) الغرض تمام معاملات میں یہ بات شامل ہے کہ اس میں میرے اللہ کی رضا کیا ہے۔ انسان کی اسی کیفیت کا نام اسلام میں تصور روحانیت ہے۔

اسلام باقی تمام معاملات کی طرح انسانی زندگی کے شعبہ اقتصادیات میں بھی روحانیت کا درس دیتا ہے۔ کہ انسان اپنے کاروبار، تجارت، ذرائع پیداوار، نفع کا حصول اور آمدنی کی تقسیم جیسے سارے معاملات میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے احکامات پر عمل پیرا ہوں۔ اسلام کے اقتصادی نظام کی عمارت جن روحانی قدروں پر کھڑی ہے ان کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

تقویٰ:

معیشت کے باب میں پہلی روحانی سیڑھی تقویٰ ہے، آج جدید ذہنوں میں عزت وشرافت کا معیار دولت اور زر کو گردانا جاتا ہے، جس کے پاس مال دولت وافر مقدار میں ہو وہ معاشرے میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن اسلامی روحانی نظام عزت کا معیار تقویٰ کو قرار دیتا ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

"إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ"[33]

اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک خدا سب کچھ جاننے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًاOوَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ"[34]

اور جو کوئی خدا سے ڈرے گا وہ اس کے لئے (رنج ومحن سے) مخلصی (کی صورت) پیدا کرے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ عزت و اکرام کا معیار مال دولت نہیں ہے بلکہ خدا کے نزدیک عزت کا معیار تقویٰ ہے۔ تقویٰ انسان کے معاشی معاملات کو مستحکم کرکے رزق میں برکت پیدا کرتا ہے، اللہ رب العزت رزق کے ایسے دروازے انسان کے لیے کھول دیتا ہے کہ جہاں سے انسان کا وہم وگمان بھی نہیں ہوتا۔

توبہ استغفار:

اسلام کے معاشی نظام میں توبہ استغفار ایک ایسا روحانی عمل ہے جس کے بارے قرآن مجید انسانوں کو یہ تصور دیتا ہے کہ توبہ استغفار کی کثرت معیشت میں خوشحالی اور ترقی کا ذریعہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًاOيُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا Oوَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًاO"[35]

اور کہا کہ اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان
سے لگاتار مینہ برسائے گا۔ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغ
عطا کرے گا اور ان میں تمہارے لئے نہریں بہادے گا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے توبہ استغفار کو رزق میں وسعت اور اضافے کا سبب ٹھہرایا ہے، گویا توبہ استغفار گناہوں کی معافی کا سبب ہونے کے ساتھ یہ عمل اللہ رب العزت کو اتنا محبوب ہے کہ اپنے بندے کو صرف معاف ہی نہیں فرماتے بلکہ اس کے رزق، اولاد اور مال و متاع میں بھی بھرپور اضافہ فرمادیتے ہیں۔

عدل:

عدل کا جو حسین امتزاج پیدائش دولت سے تقسیم دولت تک کے تمام مراحل میں اسلام پیش کرتا ہے اس میں وہ اپنی نذیر آپ ہے۔ مثلاً اسلام سرمایہ اور آجر کی تفریق کو تسلیم نہیں کرتا اور نفع و نقصان میں سرمایہ دار کو برابر کا شریک ٹھہراتا ہے، اور سرمایہ دار جزوی یا کلی طور پر آجر بھی ہوگا، اسی طرح تقسیم دولت میں بھی سرمایہ اور آجر میں اسلام کوئی تفریق نہیں کرتا دونوں حاصل ہونے والے نفع میں شریک ہوں گے۔[36] اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے:

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ"[37]

خدا تم کو انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

"اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ"[38]

عدل کرو، یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ اس سے پوری
طرح باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

باقی معاملات کی طرح معاشیات کے باب میں بھی عدل کا حکم دیا گیا ہے، جو کہ اس نظام کی روح ہے، جسے معاشی عدل کا نام دیا گیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ معاشی تمام معاملات جیسا کہ پیدائشِ دولت، صرفِ دولت، تبادلہِ دولت اور تقسیمِ دولت ان کو چلانے میں عدل و انصاف کو بنیاد بنایا جائے، تاکہ اس تمام تر معاشی چکر کا توازن برقرار رہے اور معاشرے میں معیشت کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کیا جا سکے جس سے انسان اپنی عزت و عظمت کو برقرار رکھتے ہوئے ضروریات کے حصول کے لیے معاملات کر سکے۔

احسان:

معاشی زندگی میں احسان سے مراد یہ ہے کہ انسان عدل اور تقویٰ کی رعایت رکھتے ہوئے جو کچھ کمائے اس سے اپنی ذاتی ضروریات اور دلی تسکین کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ باقی لوگوں کو بھی اس میں شریک بنایا جائے تاکہ وہ بھی اپنی جملہ ضروریات کو پورا کر سکیں۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ ایک دفعہ امت کو تعلیم دینے کے واسطے جبرائیلؑ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"ما الإحسان؟ قال: ان تعبد الله كانك تراه فإن لم تكن تراه فإنه يراك"[39]

پھر اس نے احسان کے متعلق پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

اس لمبی حدیث پاک کے اتنے حصے میں جبرائیلؑ کے جواب میں آپ ﷺ نے احسان کا معنی بتایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ احسان ان روحانی کیفیات کا نام ہے جو ایمان اور اسلام لانے کے بعد انسان محسوس کرتا ہے۔

احسان معاشی سرگرمیوں میں یہ تقاضا کرتا ہے کہ آجر مزدور کو اس کی اجرت سے بڑھ کر دے، دوسری طرف احسان مزدور سے بھی یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے کام میں مکمل دیانت داری کا ثبوت دے جس سے ایک آجر اور مزدور کے تعلقات اچھے ہوں گے، تمام معاشی کام اخلاص نیت کے ساتھ طے ہوتے جائیں گے جس سے پیداوار میں بھی اضافہ ہو گا۔

5۔ معاونت یا باہمی امداد:

امداد عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنیٰ سہارا، حمایت، اعانت وغیرہ کے ہیں اور باہمی امداد سے مراد ایک دوسرے کی مدد کرنا،

اسلام معاشرے کو پر امن بنانے کے لیے تعاون کا درس دیتا ہے، کیونکہ یہ ہی عمل معاشرے میں محبت ،الفت اوراحساس کا سبب بنتا ہے۔ جس سے معاشی بنیادیں تو مستحکم ہوتی ہی ہیں اس کے ساتھ ساتھ انسان روحانی ترقی بھی کرتا ہے۔ قرآن پاک اسی جذبے کو اس طرح بیان کرتا ہے:

"وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ"[40]

اور کسی قوم کی دشمنی اس لیے کہ انھوں نے تمھیں مسجد حرام سے روکا، تمھیں اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ حد سے بڑھ جاؤ، اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایکدوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"خیرالناس انفعهم للناس"[41]

بہترین انسان وہ ہے جو عام لوگوں کے لیے زیادہ نفع بخش ہو۔

دین اسلام نے انسان کو نیکی اور تقوی میں تعاون کی تلقین کی ہے، گناہ اور برائی میں تعاون سے منع فرمایا ہے۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے انسان کو تعاون کا ایک ایسا کلیہ اور قانون دیا ہے کہ جس میں انسان کی معاشرتی، اخلاقی اور مذہبی زندگی کی بقا تو ہے ہی اس کے ساتھ جب ایسی فضاء پیدا ہو جائے گی تو معاشرہ معاشی طور پر خود بخود مستحکم ہو جائے گا، کیونکہ جب معاشرے میں یہ خاصیت پیدا ہو جاتی ہے تو لوگوں کو مالی طور پر بھی ایک دوسرے کا تعاون کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

6۔ صدق و امانت اسلامی اقتصادیات کا بنیادی عنصر:

اسلامی نظامِ اقتصاد کا بغور مطالعہ کرنے سے ایک اہم روحانی قدر جو کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اہمیت کی حامل ہے وہ صدق و امانت داری کا اہتمام کرنا ہے، یہ دو چیزیں ایسی ہیں جو کوئی قوم یا معاشرہ اپنالے تو وہ معاشی طور پر ترقی کی رہ پر گامزن ہو جاتا ہے، بالآخر کامیابی و کامرانی ان کا مقدر بن جاتی ہے اور دنیا میں وہ مثل آفتاب کے اُبھرتے ہیں کہ دنیا ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہو جاتی ہے، اور دنیا کو اپنی پیروی کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں، اسی طرح ان کے متضاد دو چیزیں جو معاشی بنیادوں کو کھوکھلا کر کے رکھ دیتی ہیں وہ جھوٹ اور خیانت ہے، اسلام اپنے ماننے والوں کو صدق و امانت کی پر زور تاکید کرتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" التاجر صدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشهداء"[42]

سچا امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہو گا۔

ایک دوسری حدیث پاک میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان التجاریحشرون یوم القامتہ فجاراًالامن اتقی وصدق وبر"[43]

تاجروں کا حشر قیامت والے دن فاجروں کے ساتھ کیاجائے گا مگر جس نے تقویٰ اختیار کیااور سچ بولااور نیکی کی۔

ان نصوص سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کے دنیاو آخرت میں خوشحالی اور کامیابی کاراز معاملات میں صدق وامانت میں ہی ہے اس کے علاوہ جھوٹ اور دھوکہ فراڈ اخلاقیات پر اثر انداز ہونے ساتھ ساتھ معاشی اور معاشرتی تباہ کاریوں کا بھی سبب بنے ہیں۔ آج کل ہمارے ہاں یہ رواج چل چکاہے کہ جو تاجر زیادہ چرب لسان جھوٹااور خیانت کرنے والا ہو گا اتنا ہی اسے ماہر سمجھا جائے گا۔ یہ صرف اسلامی نظام کی روحانیت کا ادراک نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔

7۔اخوت

معاشیات میں اخوت سے مراد یہ ہے کہ اگر معاشرے میں یہ فضاء قائم ہو جاتی ہے تو خود بخود معاشرے میں ایک دوسرے کی فکر پیدا ہو گی کہ میں تو آج کھا کر سو رہا ہوں اور میرے ساتھ والے بھائی کے گھر کھانا نہیں ہے، اس کو کھانا کھلانا بھی میرا حق

ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه، ومن كان في حاجة اخيه كان الله في حاجته، ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة، ومن ستر مسلما ستره الله يوم القيامة"[44]

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔ جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری

کرے گا۔ جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کے عیبکو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا۔

گویا کہ اسلام نے آکر درس دیا کہ جو زندگی تم جی رہے ہو اس کے علاوہ بھی ایک محبت والفت بھری زندگی ہے۔ پھر دنیانے دیکھا کہ وہ قبائل پر لڑنے والے اور سالہا سال سے دشمنیوں میں پلنے والے خود محبت کا درس دیتے نظر آتے ہیں۔ اخوت کا یہ مظہر ہجرت مدینہ کے وقت انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنی جائیداد میں اپنے مکانوں میں حتّٰی کہ جس کی دو بیویاں تھیں انہوں نے اپنی ایک بیوی کو طلاق دے کر دوسرے مہاجر بھائی کے نکاح میں دے دیا ۔ یہ وہ جذبہ اخوت تھا جس کی مثال اسلام کے علاوہ ساری دنیا دینے سے قاصر ہیں۔[45]

حلال وحرام کی تمیز

اسلام کا اقتصادی اور روحانی نظام حلال وحرام کی تمیز کے بغیر ادھورا ہے یہ اسی نظام کی خصوصیت ہے کہ اس میں حلال وحرام کی تمیز کو اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍمِنْكُمْ "[46]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمھاری آپس کی رضامندی سے تجارت کی کوئی صورت ہو۔

یہ آیت مبارکہ اسلامی نظام معیشت میں مرکزی اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں اللہ رب العزت نے کمائی کے تمام حرام اور ناجائز طریقوں کی ممانعت فرمادی ہے، جس میں سود، جوا، چوری سٹہ وغیرہ سب شامل ہیں۔

اسلام کے ایسے اٹل اور کلی اصول ایک مسلمان سامنے رکھ کر معیشت میں قدم رکھے گا تو ایسی کمائی سے خود ہی بچے گا جو حرام واسطے سے حاصل ہوتی ہو۔ یہ ہی اسلام کا طرہ امتیاز ہے کہ اس نے مادیت اور روحانیت کو اس طرح سے پرویا ہے کہ دیگر نظامہائے معیشت میں یہ مثال نہیں ملتی۔

نتائج البحث:

1۔ روحانیت کا تصور معیشت میں مادی فوائد سے ہٹ کر انسان کی اخلاقی اور روحانی ترقی پر زور دیتا ہے۔ اس مطالعے کے نتائج کے مطابق، معاشی پالیسیوں اور نظاموں میں روحانیت کو شامل کرنے سے فرد اور معاشرے کی فلاح و بہبود میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ روحانیت انسان کی اندرونی ضروریات، جیسے انصاف، اخلاقیات اور روحانی سکون کو پورا کرتی ہے، جو روایتی معیشت میں نظر انداز ہو جاتے ہیں۔

2۔ سرمایہ دارانہ نظام مادی فائدے اور منافع کی لامحدود دوڑ پر مبنی ہے، جس کی وجہ سے سماجی ناہمواری اور اخلاقی زوال جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ مطالعے کے مطابق، اس نظام میں روحانی اصولوں کی کمی معاشرتی مسائل جیسے غربت، استحصال اور سماجی ناانصافی کا باعث بنتی ہے۔ منافع کمانے کی دوڑ میں فرد کی اخلاقیات اور معاشرتی فلاح کو ثانوی حیثیت دی جاتی ہے۔

3۔ اسلامی معاشی نظام میں روحانیت اور اخلاقیات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ زکوۃ، صدقہ، سود کی ممانعت، اور فلاحِ انسانیت جیسے اصول روحانیت پر مبنی ہیں۔ اسلامی نظام معیشت کا مقصد صرف مادی ترقی نہیں، بلکہ ایک ایسا نظام بنانا ہے جو انسانیت کی فلاح، سماجی انصاف، اور اخلاقی اصولوں کو فروغ دے۔ اس سے معاشرے میں اقتصادی توازن اور روحانی ترقی ممکن ہوتی ہے۔

سفارشات:

1۔ حکومتوں اور معاشی اداروں کو چاہیے کہ وہ اپنی پالیسیوں میں روحانی اور اخلاقی اصولوں کو شامل کریں تاکہ انسانی فلاح و بہبود کو فروغ دیا جا سکے۔ ان پالیسیوں میں سماجی انصاف، غربت کے خاتمے، اور اخلاقی اصولوں کی پیروی جیسے مقاصد کو ترجیح دی جانی چاہیے۔

2۔ کاروباری اداروں کو صرف منافع کمانے تک محدود نہیں رہنا چاہیے، بلکہ انہیں اپنی سماجی ذمہ داریوں کو بھی نبھانا چاہیے۔ ادارے معاشرتی مسائل جیسے ماحولیاتی تحفظ، غربت کا خاتمہ، اور معاشرتی ناہمواریوں کو کم کرنے کے لیے اقدامات کریں اور اپنے کاروباری ماڈلز میں روحانیت اور اخلاقیات کو شامل کریں۔

3۔اسلامی معاشی اصول، جیسے زکوۃ، صدقہ، اور سود کی ممانعت، فلاح و بہبود کے فروغ اور سماجی انصاف کے حصول کے لیے مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں۔ اسلامی ممالک کو اپنی معیشتوں میں اسلامی اقتصادی اصولوں کا بہتر اطلاق کرنا چاہیے تاکہ معاشرتی انصاف اور اقتصادی ترقی کا توازن برقرار رہے۔

4۔ تعلیمی اداروں کو چاہیے کہ وہ معاشیات کے نصاب میں روحانیت اور اخلاقیات کی تعلیم کو شامل کریں۔ طلباء کو معاشی نظاموں میں اخلاقی اور روحانی اصولوں کی اہمیت کے بارے میں آگاہی دی جائے، تاکہ وہ مستقبل میں بہتر معاشی فیصلے کر سکیں۔

5۔عالمی سطح پر معاشی نظاموں میں روحانیت اور اخلاقیات کو فروغ دینے کے لیے تحریکیں اور پروگرامز شروع کیے جائیں۔ یہ تحریکیں عوامی سطح پر آگاہی پیدا کریں اور حکومتوں اور کاروباری اداروں کو اپنے اقتصادی فیصلوں میں روحانی اصولوں کو شامل کرنے کی ترغیب دیں۔

حواشی وحوالہ جات

[1]Encyclopedia Britannica ,William Benton Publishers, London, 1943,Vol.3,P.831

[2]افغانی ، شمس الحق ،سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کااسلامی معاشی نظام سے موازنہ، دارلبحوث والدعوۃ الاسلامیۃ،کوہاٹ،1983ء،ص41

[3]William A. Darity Jr. International Encyclopedia of theSocial Sciences, 2nd edition,Printed in the United States of America, P.638

[4]Socialism, Henri de Saint-Simon,Archive:10/04/2022 at 04:35pm https://www.britannica.com/topic/socialism

[5] محمد امین الحق، سید، اسلام کامعاشی نظام اورمعاشی نظریات،شعبہ تعلیم ومطبوعات محکمہ اوقاف، لاہور،1970ء،ص20

[6]ڈار،عبدالحمید،پروفیسر،اسلامی معاشیات،ص3

[7]القدر:4

[8]النساء:171

[9]الحجر:29؛الصاد:72

[10]فیروزالدین،مولوی،فیروزاللغات اردو،ص726

[11]محمد عقیل،پروفیسر،روحانیت کاتعارف10/05/2022,at01:38pm
https://aqilkhans.wordpress.com/2016/05/29/%d8%b1%d9%88%d8%ad%d8%a7%d9%86%db%8c%d8%aa-%da%a9%d8%a7-%d8%aa%d8%b9%d8%a7%d8%b1%d9%81/

[12]ڈار،عبدالحمید،پروفیسر،(ودیگر مصنفین)،اسلامی معاشیات،ص98

[13]مغل، زاہدصدیق،مغربی اجتماعیت:اعلیٰ اخلاق یا سرمایہ دارانہ ڈسپلن کا مظہر؟ (2)،مجلہ(ماہنامہ الشریعہ،گوجرانوالہ،شمارہ7،جولائی،2013ء،ص39

[14]غازی، محمود احمد،ڈاکٹر، محاضرات معیشت وتجارت،الفیصل ناشران کتب،لاہور،2017ء،ص86

[15] انصاری، جاوید اکبر، ڈاکٹر، سرمایہ داری کے نقیب، ص24

[16] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات تجارت و معیشت، الفیصل ناشران کتب، لاہور، ط2017ء، ص85

[17] انصاری، جاوید اکبر، ڈاکٹر، و دیگر مصنفین، سرمایہ دارانہ انفرادیت کا حال اور مقام، ماہنامہ، الشریعہ، گوجرانوالہ، شمارہ8، ج23، اگست2012ء، ص22

[18] مبارک علی، تعارف زر و بنکاری، رہبر پبلیکیشنز، کراچی، 1991ء، ص69

[19] انصاری، جاوید اکبر، ڈاکٹر، سرمایہ دارانہ نظام ایک تعارف، ص6

[20] The Encyclopedia of Americana ,published by Danbury Grolier Inc, 1998,Vol.15,P.250

[21] مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلام اور جدید معاشی نظریات، ص37

[22] عثمانی، محمد تقی، مفتی، عدالتی فیصلے، ادارہ اسلامیات، لاہور، 2000ء، ج2، ص243

[23] صمدانی، اعجاز احمد، ڈاکٹر، اسلامی بنکوں میں رائج اجارہ، ادارہ اسلامیات، لاہور، س ن، ص34

[24] عباسی، محمد حسیب، اسلام اور جدید افکار، ص115

[25] ڈار، عبدالحمید، پروفیسر، (دیگر مصنفین)، اسلامی معاشیات، ص97

[26] افغانی، شمس الحق، علامہ، سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ، ص27

[27] افغانی، شمس الحق، علامہ، سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نظام کا اسلامی معاشی نظام سے موازنہ، ص23؛ انصاری، جاوید اکبر، ڈاکٹر (و دیگر مصنفین)،

سرمایہ دارانہ انفرادیت کا حال اور مقام، ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ، شمارہ8، ج23، اگست2012ء، ص20

[28] مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلام اور جدید معاشی نظریات، ص22

[29] عثمانی، محمد تقی، مفتی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص40

[30] صدیقی، محمد نعیم، ڈاکٹر، اسلام اور جدید معاشی تصورات، ص88

[31] مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلام اور جدید معاشی نظریات، ص23

[32] انصاری، جاوید اکبر، ڈاکٹر، سرمایہ داری کے نقیب، ص24

[33] الحجرات:13

[34] الطلاق:2-3

[35] النوح:10-11-12

[36]عثمانی، محمد تقی، مفتی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص55

[37]النحل:90

[38]المائدہ:8

[39]البخاری، الجامع الصحیح، كِتَاب الْإِيمَانِ، بَابُ سُؤَالِ جِبْرِيلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الإِيمَانِ وَالإِسْلاَمِ وَالإِحْسَانِ وَعِلْمِ السَّاعَةِ، رقم الحدیث:5

[40]المائدہ:2

[41]ابولقاسم، سلیمان بن محمد احمد بن ایوب، المعجم الاوسط الطبرانی، مکتبہ المعارف الریاض، ط 1988ء، رقم الحدیث:5787، ج6، ص58

[42]الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ن، ج3، ص515

[43]الطحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد، شرح مشكل الآثار، ناشر، مؤسسۃ الرسالۃ، ط اولیٰ، 1415ھ، ج5، ص331

[44]البخاری، الجامع الصحیح، كِتَاب الْمَظَالِمِ، بَابُ لاَ يَظْلِمُ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ وَلاَ يُسْلِمُهُ، رقم الحدیث:2442

[45]عباسی، محمد حسیب، اسلام اور جدید افکار، ص77

[46]النساء:29